حبر الامۃ، شیخ وقت

حضرت مولانا سید شاہد صاحب ادام اللہ ظلال برکاتھم بالعافیۃ
(خلیفہ، محررو عزیز نواسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)
(استاذ و جنرل سیکریٹری، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

مؤرخہ ۱۸ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۱۷ء شب پنج شنبہ بعد نمازِ عشاء
درجلسۂ تعزیت، مسجدِ مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر:

قابلِ احترام بھائیو! کل جو حادثہ و سانحہ مظاہر علوم میں پیش آیا، وہ اگر گہری اور وسیع نظر سے دیکھا جائے، تو وہ تن تنہا مظاہر علوم کا حادثہ اور سانحہ نہیں ہے، بلکہ پوری امت اور پوری ملت کا سانحہ ہے، خاص طور سے وہ حضرات علماءِ کرام اور مشائخِ عظام جن کا تعلق علمی دنیا سے ہے اور اخصِ خصوص وہ حضرات اور وہ مشائخِ حدیث، جن کا تعلق پوری دنیا میں کسی بھی جامعہ میں حدیث شریف پڑھانے سے ہو، ان سب کے لیے یہ بڑا حادثہ ہے، اس لیے کہ کل جو شخصیت اللہ کی طرف گئی، اور دنیا سے پردہ کرگئی اور مصائبِ دنیا اور امراضِ دنیا سے نجات پاگئی، وہ حبر الامۃ تھے اور اپنے وقت کے جید اور ممتاز استاذ تھے اور پورے عالمِ اسلام میں اس وقت وہ حدیث کے قابلِ اعتماد اور انتہائی قابل فخر استاذ تھے۔

وہ ایک طرف اگر استاذِ حدیث تھے، ماہرِ حدیث تھے، اور اللہ تعالیٰ نے معارفِ حدیث ان کے قلب پر بہار رکھے تھے، تو دوسری جانب وہ شیخِ وقت بھی تھے، دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرما رکھی تھیں، تو ہم سب آج ان کی تعزیت کے لیے یہاں جمع ہوئے

ہیں اور یہ رسمی تعزیت نہیں، جو دنیا والوں کی طرف سے اس دنیا میں کی جاتی ہے، بلکہ اس جلسۂ تعزیت کا ایک اہم مقصد ہے اور وہ یہ کہ ہم مولانا مرحوم کی ذات پر خوب غور وفکر کریں اوران کی صفات کو اپنانے کی کوشش کریں، ان کو جو تعلق مع الحدیث تھا اور تعلق مع الحدیث کی وجہ سے تعلق مع اللہ تھا اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے جو محبتِ نبوی ان کو حاصل تھی ہم اس کو بھی حتی الامکان اپنے اندر لانے کی کوشش کریں، یہی اس جلسۂ تعزیت کا پیغام ہے، ورنہ دنیا میں لاکھوں لوگ مرتے ہیں اور ہزاروں جلسۂ تعزیت ہوتے ہیں، لیکن یہ جلسۂ تعزیت ان تمام کے مقابلہ میں ایک نمایاں اور انفرادی حیثیت رکھتا ہے، ہم اس تعزیتی جلسہ کو اپنے لیے آئیڈیل بنائیں، اپنے لیے نمونہ بنائیں، اور ہم یہ دیکھیں اور سوچیں کہ مولانا مرحوم کن قربانیوں اور کن مجاہدات کے ساتھ اس منزل پر پہنچے تھے، کہ آج سارا عالمِ اسلام اور سارا دنیائے حدیث ان کے رنج وغم میں مبتلا ہے، اور دل کی گہرائی سے سمجھتا ہے کہ آج ہم ایسی شخصیت سے محروم ہوئے، جن کو اللہ نے روایۃً بھی اور درایۃً بھی علم حدیث میں مہارت کی دولت عطا فرمائی تھی- اللہ تعالیٰ شانہ ان کو وہاں کی بہاریں نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے- یہی وہ حضرت مولانا یونس صاحبؒ ہیں، جن کے بارے میں شاعر نے حقیقت کی ترجمانی کی، اور اپنے اشعار میں کہا ؎

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم:

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو صفاتِ محمودہ اور عاداتِ حسنہ حضرت مولانا کو عطا فرمائی تھیں، ان پر انسانیت اور عالمِ اسلام کو اعتماد حاصل ہے، تاریخ میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کے علم کو اللہ تعالیٰ اتنی وسعت بھی دے دے اور اتنی شہرت بھی

دے دے، مزید برآں ان کے علم کو سنبھالنے والے اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے والے پوری دنیا میں پہنچ جائیں، تاریخ میں ایسا خال خال نظر آتا ہے، یہ نہیں کہ ادھر سے ادھر تک چلے جاؤ اور تاریخ ایسے رجال سے بھری پڑی ہوگی، نہیں، نہیں! ایسے رجال بہت کم تعداد میں ملیں گے، جن کے علوم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پھیلایا ہو اور ان کے علوم سے دنیائے انسانیت نے فائدہ اٹھایا ہو، ایسے ہی لوگوں میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ بھی ہیں، جن کے نام کے ساتھ ہم کل تک ''مدظلہ العالی''، ''زید مجدہ''، ''دامت عنایتہ'' وغیرہ لکھتے تھے اور جن کی زندگی کے طویل اور وسیع ہونے پر ہم رات دن دعائیں کیا کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا، تو اب ہمیں ان کی مغفرت، ان کے درجات کی بلندی اور ان کی حسنات کی قبولیت کے لیے دعا کرنی ہے۔

مختصر احوالِ زندگی:

حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے والد ماجد کا نام شبیر احمد تھا اور جونپور آپ کا وطن تھا، جونپور ہی میں رجب ۱۳۵۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۷ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور آپ کے والد ماجد بہت سیدھے سادے تھے، انہیں سے حضرت مولانا نے قرآنِ پاک بھی پڑھا، والدِ ماجد قرآن پاک میں مولانا کے استاذ ہیں، اس کے بعد جب تھوڑے سے اور بڑے ہوئے تو ان کے قصبہ مانی کلاں میں ایک پرانا مدرسہ چلا آرہا تھا، مدرسہ ضیاء العلوم، اس میں داخل ہوئے، داخلہ کے وقت مولانا مرحوم کی عمر ۱۳؍سال تھی، ابتدائی عربی و فارسی کتابوں سے شرحِ جامی تک وہیں پڑھا، شرحِ جامی میں مولانا کے جو استاذ تھے، ان کا نامِ نامی حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

مختصر تذکرہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ:

یہ حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری ان کا بھی کوئی جواب نہیں۔ نہ علمی دنیا میں، نہ روحانی دنیا میں، ان کا اپنے زمانہ میں کوئی ثانی نہیں تھا، آپ مظاہر علوم کے پڑھے ہوئے تھے، دورۂ حدیث شریف یہیں پڑھا اور دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے زمانہ میں مخدومنا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریب رہے، بلکہ محبین میں رہے، حضرت شیخ کو حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمہ اللہ سے بڑا تعلق تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی جس کتاب سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متأثر ہوئے، اس کا نام تھا ''الاعتدال''، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اسی زمانہ کا ایک خط میرے پاس محفوظ چلا آرہا ہے، انہوں نے حضرت شیخ کو لکھا کہ آپ کی کتاب ''الاعتدال'' سے میں بہت متأثر ہوں، حالاں کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اہلِ علم میں سے تھے اور حدیثِ پاک پر ہمارے حضرت شیخ کی بہت ساری کتابیں تھیں، اور کتابوں سے بھی متأثر ہوسکتے تھے، لیکن صاف صاف حضرت کو لکھا کہ میں ''الاعتدال'' سے بڑا متأثر ہوں پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ سے تعلق بڑھتا چلا گیا، بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اجلِ خلفا میں سے بنے پھر ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت شیخ کا سلسلہ بہت دور دور تک پہنچایا، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ سے بھی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کو بڑا قرب اور بڑا تعلقِ خاطر تھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازت اور خلافت عطا فرمائی اور پھر ان کے خلفاء در خلفاء مریدین در مریدین، مستفیدین در مستفیدین پوری دنیا میں پھیلتے چلے گئے اور اتنا ہی نہیں

ابتدا میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ہمارے حضرت شیخ کے مرید تھے، لیکن جیسا جیسا وقت گزرتا گیا، مرید ہونے کے ساتھ ساتھ، وہ ہمارے حضرت شیخ کی مراد بھی بنتے چلے گئے، تو مرید بھی بنے اور مراد بھی بنے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اور موقع عطا فرمایا یہاں تک کہ وہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ میں بھی نامزد ہوئے، دونوں جگہ کی شوریٰ میں بڑے اہتمام کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے۔

اسی طریقہ سے دعوت وتبلیغ میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا، اور ماشاءاللہ پورے علاقہ کے ذمہ دار اور نگران بن کر رہے، یہ ہیں مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، جن سے ہمارے مولانا یونس صاحبؒ نے شرح جامی پڑھی۔

اس کے بعد ضیاء العلوم مانی کلاں کی تعلیم تو پوری ہوگئی، اس کے بعد حضرت مولانا شوال ۱۳۷۸ھ میں مظاہر علوم میں تشریف لائے اور یہاں آکر اس سے اونچی کتابوں میں داخلہ لیا، پڑھتے رہے، پڑھتے رہے، استعداد کی مضبوطی، علم کی لگن اور علمی ذوق ایسا گھٹی میں پڑا ہوا تھا کہ یہاں آکر سو فیصد حصولِ علم میں مشغول ہو گئے اور علمی انہماک سے بڑھ کر نہ ادھر دیکھا، نہ ادھر دیکھا، نہ آگے دیکھا، نہ پیچھے دیکھا۔

لا يستطاع العلم براحة الجسم:

اور اس دور کے علماء کی طرح نہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ، مالی اعتبار سے بڑی وسعت دے رکھی ہے، بلکہ آپ کی طالب علمی کا دور فقر وفاقہ میں گزرا، صبح میں کھالیا، تو شام میں نہیں، شام میں کھالیا، تو صبح میں نہیں، صبح کی چائے بھی غائب، شام کی چائے بھی غائب، اس لیے کہ نہ اتنی وسعت خود میں ہوتی تھی، نہ گھر والوں کی طرف سے اتنا جیب خرچ

ملتا تھا اور نہ ہی مظاہر علوم اتنا جیب خرچ دیتا تھا، تو تنگی اور ترشی کے اندر بلکہ قریب قریب فقر و فاقہ کے اندر مولانا نے یہاں تعلیم حاصل کی اور یہ حقیقت تو ہم بھی جانتے ہیں اور آپ سب حضرات بھی جانتے ہیں کہ علوم نبویہ، علوم دینیہ اور علوم آسمانیہ یہ صرف فقر و فاقہ سے آتے ہیں، دنیا کے تنعم سے اور دنیا کے عیش و عشرت سے نہیں آتے، دنیا کے مزے بھی ہوں اور علمِ دین بھی آجائے، یہ ناممکنات میں سے ہے، علمِ دین جبھی آئے گا جب پیٹ خالی ہوگا۔

میرے بچو! میرے دوستو! میرے عزیزو! یہ بھی طے ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے جتنا فاقہ، جتنی جد و جہد اور جتنا اپنے آپ کو لذائذِ دنیویہ سے دور رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قربانیوں کو اتنا ہی قبول فرما کر اپنی نعمتوں کے دروازوں کو اس پر مفتوح فرما دیتا ہے بشرطیکہ شروع دور میں مجاہدہ کرلے، پھر آخر دور میں اللہ تعالیٰ دروازے کھولتے ہیں اور اتنے کھولتے ہیں کہ اگر ہم وہ گننے بھی جائیں تو نہیں گن سکتے، اس لیے ہمارے شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) کا بڑا اہم ملفوظ ہے: ''جو ہمارے بڑوں کی ابتدا دیکھے، وہ تو کامیاب ہے، اور جو ہمارے بڑوں کی انتہا دیکھے، وہ ناکام ہے''، ابتدا دیکھنے والا کامیاب، انتہا دیکھنے والا ناکام اور کیا مطلب ابتدا اور انتہا کا؟؟ یعنی ابتدائی دور جو ان کا گزرتا ہے، وہ بڑی مشقتوں مصیبتوں، تکلیفوں اور اذیتوں کا گزرتا ہے، ذہنی اذیتیں الگ، جسمانی الگ، فکری الگ دماغی الگ، سارے افکار سر سے پیر تک ان پر مسلط رہتے ہیں، وہ صبر کرتے رہتے ہیں دعائیں کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی ابتدا کی قربانیوں کو قبول فرما کر انتہا میں ان پر خیر و برکت کے دروازے کھول دیا کرتے ہیں، چنانچہ ہم نے مولانا یونس صاحبؒ کی ابتدا کو بھی دیکھا اور انتہا کو بھی، ابتدا تو میں نے بیان کردی، اور انتہا یہ تھی کہ ماشاء اللہ یہاں علماء و فضلاء، غرباء و فقراء، امراء و اثریاء کی لائن لگی رہتی تھی، لوگ گاڑیاں لے لے کر

آتے تھے اور ہر سال ماشاء اللہ دنیا کا چکر لگا کر آیا کرتے تھے، جیب میں ایک پیسہ نہیں اور سفر کہاں کا؟ امریکہ کا، جیب میں ایک کوڑی نہیں اور سفر کہاں کا؟ حرمین شریفین کا، جیب میں ایک دھیلا نہیں اور سفر کہاں کا؟ انگلینڈ کا، الغرض پیسہ ایک بھی پاس نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ ابتدا کی قربانیاں قبول فرمائیں، اس کے ثمرات، اثرات اور برکات انتہا میں جا کر دیکھیں۔

تعلیم و تدریس:

بھائیو! میں عرض کر رہا تھا کہ مظاہر میں حضرت تشریف لائے، اور یہاں آنے کے بعد اپنا تعلیمی سلسلہ شروع فرمایا اور پڑھنے پڑھانے کا سال شروع ہوا، یہاں تک کہ ۱۳۸۸ھ میں ہمارے حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ آنکھوں کے اعتبار سے کچھ کمزور ہو گئے تھے، نزولِ آب کی شکایت تھی، تو حضرت نے اُس سال بخاری شریف پڑھانا موقوف رکھا اور حضرت مولانا یونس صاحب رحمہ اللہ نے اس زمانہ میں سب سے پہلے بخاری شریف پڑھائی۔ دو سال تک جب حضرت شیخ نے تجربہ کر لیا کہ یونس بہت اچھی بخاری پڑھا رہا ہے تو پھر باضابطہ شوال ۱۳۹۰ھ میں آپ کو مظاہر علوم کا شیخ الحدیث منتخب کیا گیا، اور تا دمِ آخر آپ اس منصب پر فائز رہے۔

حضرت مولانا یونس صاحبؒ پر جیسے جیسے بار طاری ہوتا رہا، ویسے ویسے ان پر حال بھی طاری ہوتا رہا، یہاں تک کہ پھر اخیری عمر میں ان کی یہ خواہش ہو گئی تھی کہ میں کسی طریقہ سے مدینہ منورہ چلا جاؤں، وہیں میرا قیام ہو اور وہیں میری وفات ہو، لیکن ظاہری بات ہے کہ یہ تو تقدیری فیصلے ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے کہ کس کو کہاں رکھنا ہے اور کس کو کہاں لے جانا ہے، کس کو کہاں کی مٹی دینی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے اسی کے فیصلے ہوتے ہیں، تمنائیں آدمی کرتا ہے، اور بیشک اسے کرنی چاہیے، اور ہر جگہ نیک تمنا کرنی چاہیے۔

مشیخت حدیث کی مسند پر:

بہر حال ۱۳۹۰ھ میں مظاہر علوم کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور اس کے بعد سے آخر تک بخاری شریف کا سبق امتیازی طور پر آپ کے پاس رہا۔ اب سے ۲ سال پہلے جب حرمین شریفین گئے، تو اُس وقت اس سفر میں ہم بھی ساتھ تھے، اتنے علیل ہوئے اتنے علیل ہوئے کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی، ہسپتال میں داخل ہوئے، گردہ کا مسئلہ تھا، تکلیف تھی ایک ہسپتال میں گئے، پھر وہاں فائدہ نہیں ہوا تو دوسرے میں گئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے شفاء دی ڈایالسس ہوتی رہی، پھر اللہ نے ان کو صحت اور سلامتی کے ساتھ مظاہر علوم میں بھیج دیا اور تشریف لانے کے بعد سب سے پہلا جو اعلان کیا وہ یہ تھا کہ میں اب بخاری شریف نہیں پڑھاؤں گا، میرے بس کا نہیں رہا، میں آپ کی خدمت میں گیا، پھر مولانا سلمان صاحب بھی گئے، اور ہم نے کہا کہ حضرت جس طریقہ سے بھی ہو بخاری شریف کا سبق آپ مت چھوڑیے، حضرت نے فرمایا: بچے! اب تو میں بیمار ہوگیا، معذور ہوگیا، تو میں نے بہت بے تکلفانہ لہجہ میں کہا: ''حضرت آپ بخاری شریف شروع کرادیجیے گا، اسی کی برکت سے آپ صحت مند ہو جائیں گے''، حضرت نے کہا کہ مجھ میں دارالحدیث جانے کی ہمت نہیں، ہم نے کہا: حضرت! آپ بالکل دارالحدیث نہ جائیں، آپ یہیں بیٹھیں، مائک کا انتظام بھی یہیں ہو جائے گا اور دور دور تک، جتنے کمرے، برآمدے اور بڑے بڑے ہال ہیں، ان سب میں فرش لگ جائے گا، تپائیاں لگ جائیں گی، طلبہ وہیں بیٹھ کر پڑھ لیا کریں گے، آپ اپنی مسند پر بیٹھ کر سبق پڑھا دیا کریں، خیر، پھر اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی، اور دارالحدیث آنا جانا شروع کر دیا اور یہیں حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، لیکن وقتاً فوقتاً ایسے جملے

بولتے رہتے تھے، جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا ہے، اب کسی بھی وقت چراغ بجھ جائے گا۔

ایک مرگِ ناگہانی اور ہے:

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علومِ حدیث پر "الأوجه عندی" کے نام سے کتاب مرتب کی، تو میں اس کو لے کر حضرت مولانا کی خدمت میں گیا کتاب پیش کی اور اس کا موضوع میں نے بتلایا، تو بڑی محبت کے ساتھ کتاب ہاتھ میں لی اس کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد بہت لے کے ساتھ غالب کا ایک شعر پڑھا ؎

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام	ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

یہ شعر حضرت مولانا نے پڑھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں جب مدینہ میں بیمار ہوا، تو میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے ۲ رسال کی عمر اور دے دے، چنانچہ وہی ہوا، ۲ ر سال پورے ہوئے اور وہ اللہ کے یہاں سدھار گئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

بیعت واجازت:

حضرت مولانا یونس صاحبؒ ہمارے شیخ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی روحانی تربیت میں بھی رہے اور علمی تربیت میں بھی رہے، چناں چہ حضرت شیخ سے وہ باضابطہ اور باقاعدہ بیعت ہوئے اور حضرت کی طرف سے سلوک، ارشاد، ذکر وفکر اور پڑھنا، پڑھانا یہ ساری چیزیں بڑی ترتیب کے ساتھ کیا کرتے تھے، حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ سے بھی حضرت کا نیازمندانہ اور محبانہ تعلق تھا، چناں چہ دونوں حضرات کی طرف سے حضرت

کو اجازتِ بیعت اور خلافت حاصل تھی، پہلے حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ سے خلافت ملی، اور اس کے بعد ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی، دونوں بزرگوں کی طرف سے ایک ہی سال (۱۳۹۶ھ) میں آپ کو اجازت و خلافت ملی اور الحمد للہ سلسلۂ حدیث کی طرح سلسلۂ رشد و ہدایت بھی خوب چلا اور بہت سے خلفاء و مجازین آپ کے دعوتی اور روحانی کام کو لے کر آگے چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور وہ اپنے استاذ اور اپنے پیر و مرشد کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں اور اس میدان میں ترقی کرتے رہیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.